روزنامہ
الفضل ربوہ
ایڈیٹر: نسیم سیفی
فون ۴۴۹
رجسٹرڈ نمبر ایل ۵۲۵۴
جلد ۷۵/۴۰ | بدھ ۳۰۔ جمادی الاوّل ۱۴۱۱ھ، ۱۹ فتح ۱۳۶۹ ہش، ۱۹ دسمبر ۱۹۹۰ء | نمبر ۲۸۳

یاد دلاتے رہنے والی بات

"جماعت احمدیہ نہ صرف زندہ ہے۔ بلکہ زندہ تر ہے اور پہلی نسلوں کی نیکیوں کا جھنڈا موجودہ نسلوں نے نہ صرف اٹھایا ہے بلکہ بلند تر کرتی چلی جا رہی ہیں لیکن یہ یاد رکھنا ضروری ہے اور میرے لئے اور آئندہ (آئمہ) کے لئے آپ کیلئے آپ کو یہ یاد دلاتے رہنا ضروری ہے کہ جو جھنڈے بلند ہوا کرتے ہیں۔ یہ دراصل پہلی نسلوں کی قربانی کے نتیجے میں ایسا ہوا کرتا ہے"

(ارشاد سیدنا حضرت امام جماعت احمدیہ (الرابع) ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز)

احمدی احباب کی تربیت کے لئے

ارشادات حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ

"بدقسمت ہے وہ انسان کہ ان بلاؤں سے بچنے کے واسطے سائنس، طبعی یا ڈاکٹروں وغیرہ کی طرف توجہ کرکے سامان تلاش کرتا ہے اور خوش قسمت ہے وہ جو خدا تعالےٰ کی پناہ لیتا ہے۔ اور کون ہے جو بجز خدا تعالےٰ کے ان آفات سے پناہ دے سکتا ہو؟ اصل میں یہ لوگ جو فلسفی طبع یا سائنس کے دلدادہ ہیں ایسی مشکلات کے وقت ایک قسم کی تسلّی اور اطمینان پانے کے واسطے بعض دلائل تلاش کر لیتے ہیں اور اس طرح سے ان وباؤں کے اصل بواعث اور اغراض سے محروم رہ جاتے ہیں۔ اور خدا تعالیٰ سے پھر بھی غافل ہی رہتے ہیں۔ ہماری جماعت کے ڈاکٹروں سے مَیں چاہتا ہوں کہ ایسے معاملات میں اپنے ہی علوم کو کافی نہ سمجھیں بلکہ خدا کا خانہ بھی خالی رکھیں۔ اور قطعی فیصلے اور یقینی رائے کا اظہار نہ کر دیا کریں۔ کیونکہ اکثر ایسا تجربہ میں آیا ہے کہ بعض ایسے مریض جن کے حق میں ڈاکٹروں نے متفقہ طور سے قطعی اور یقینی حکم موت کا لگا دیا ہوتا ہے ان کے واسطے خدا کچھ ایسے اسباب پیدا کر دیتا ہے کہ وہ بچ جاتے ہیں اور بعض ایسے لوگوں کی نسبت جو کہ اچھے بھلے اور بظاہر ڈاکٹروں کے نزدیک ان کی موت کے کوئی آثار نہیں نظر آتے خدا قبل از وقت ان کی موت کی نسبت کسی (صاحب ایمان) کو اطلاع دیتا ہے۔ اب اگرچہ ڈاکٹروں کے نزدیک اس کا خاتمہ نہیں۔ مگر خدا کے نزدیک اس کا خاتمہ ہوتا ہے اور چنانچہ ایسا ہی ظہور میں آجاتا ہے۔"

(ملفوظات جلد دہم صفحہ ۳۴۴-۳۴۵)

"اپنی ذمہ داریوں کو سمجھو اور احمدیت کا سچا خادم بننے کی کوشش کرو"

اقتباس از خطاب فرمودہ سیدنا حضرت فضل عمر (اللہ تعالیٰ ہمیشہ آپ سے راضی رہے)

"ہماری جماعت کا بڑا حصہ چونکہ غرباء پر مشتمل ہے اس لئے ان سے ملنا ضروری ہے اگر تم ان میں مل کر رہو اور ان کی تربیت کا کام کرو تو تم حقیقی عزت حاصل کرسکتے ہو۔ ایاز ایک مشہور جرنیل محمود غزنوی کا تھا لوگوں نے محمود کے پاس اس کی شکائتیں کیں۔ ایاز ایک غلام تھا مگر اس نے اپنی ذہانت اور قابلیت کی وجہ سے ترقی کی اور بڑھتے بڑھتے جرنیل ہوگیا۔ حتیٰ کہ وہ فنانس منسٹر (وزیر خزانہ) ہوگیا۔ لوگوں کو کچھ حسد تھا۔ اس لئے انہوں نے محمود کے پاس شکائتیں کیں کہ وہ رات کو ہمیشہ اکیلا خزانے میں جاتا ہے اور قیمتی اشیاء وہاں سے چرا لیتا ہے یہ شکائتیں محمود کے پاس اس کثرت سے پہنچیں کہ اسے ایاز پر بدظنی ہوگئی۔ ایک دن بادشاہ رات کے وقت خزانہ میں داخل ہو گیا اور باہر سے تالا لگوا دیا اور ایک پوشیدہ جگہ پر چھپ کر بیٹھ گیا۔ اس کے بعد ایاز آیا۔ اور اندر داخل ہوگیا۔ بادشاہ کی بدظنی اور بھی بڑھ گئی اور سمجھا کہ لوگوں کی شکائتیں صحیح ہیں۔ مگر اس نے اپنے دل میں کہا کہ ابھی دیکھنا چاہیئے کہ یہ کیا کرتا ہے۔ ایاز نے ایک کنجی لی اور اس نے ایک ٹرنک کھولا پھر اس میں سے ایک اَور صندوقچی نکالی اور اسے کھولا اور اس میں سے ایک بقچہ نکالا جس کے اندر ایک پھٹی ہوئی گدڑی تھی۔ ایاز نے اپنا شاہی لباس اتارا اور وہ گدڑی پہن لی۔ اس کے بعد اس نے مصلّیٰ بچھایا اور نماز پڑھنی شروع کردی اور اس نے رو رو کر اللہ تعالیٰ سے کہا کہ اے خدا میں

وقف جدید کا مالی سال ۳۱ دسمبر کو ختم ہو رہا ہے۔

وقف جدید کا مالی سال ۳۱، دسمبر کو ختم ہو رہا ہے احباب کی خدمت میں گزارش ہے کہ مندرجہ ذیل امور کی طرف خصوصی توجہ فرمائیں

- ○ تمام احباب جماعت بڑے، چھوٹے، مرد، عورتیں وقف جدید کے مالی جہاد میں شامل ہوں۔ آپ کے چندے اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ مالی وسعتوں کے مطابق ہوں۔ کم نہ ہوں۔
- ○ وقف جدید کی ہر مد میں آپ کا چندہ گزشتہ سال سے نمایاں طور پر زیادہ ہو۔ جو دوست وعدہ وقف جدید نہیں کر سکے تھے وہ بھی ادائیگی کر کے اس تحریک کی برکتوں میں شامل ہو جائیں۔
- ○ مخیر احباب بطور معاونین خصوصی اس تحریک میں شمولیت فرمائیں۔ صف اوّل کے معاونین خصوصی -/۱۰۰۰ روپے یا اس سے زائد اور صف دوم کے ۵۰۰ روپے سے ۱۰۰۰ روپے تک ادا کرتے ہیں۔
- ○ اپنے تمام بچوں اور بچیوں کو وقف جدید کے دفتر اطفال میں شامل کریں۔ ننھے مجاہدین اور ننھی مجاہدات کے لئے خصوصی شرح ۱۰۰ روپے ہے۔
- ○ وقف جدید علاقہ نگر پارکر میں تعلیم و تربیت اور خدمت خلق کا خصوصی فریضہ بجا لا رہی ہے۔ اس مد کا نام "امداد مراکز نگر پارکر" ہے۔ احباب اس میں بھی حسب استطاعت ضرور شمولیت فرمائیں۔

مجالس موصیان

ہر اُس جگہ جہاں تین یا اس سے زائد موصی افراد ہوں ایک مجلس موصیان قائم کی جائے۔ اس مجلس کا فرض ہوگا کہ وہ مقامی جماعت میں وصایا کی تحریک کرتی رہے۔

(سیکرٹری مجلس کارپرداز)

روزنامہ الفضل ربوہ

پبلشر: آغا سیف اللہ، پرنٹر: قاضی منیر احمد
مطبع: ضیاء الاسلام پریس۔ ربوہ
مقام اشاعت: دارالنصر غربی۔ ربوہ

قیمت
ایک روپیہ
پچاس پیسے

۱۹ فتح ۱۳۶۹ ہش   ۱۹ دسمبر ۱۹۹۰ء

خدا تعالیٰ کی عطا اور اس کا شکریہ

حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ اللہ تعالیٰ ہمیشہ آپ پر سلامتی نازل فرماتا ہے فرماتے ہیں:۔

"انسان کو چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ کے احسانات اور انعامات کا جو اس نے انسانی تربیت اور تکمیل کے واسطے مہیّا کئے ہیں ان کا خیال کر کے اس کا شکریہ کرے اور غور کرے کہ اتنے قویٰ اس کو کس نے عطا کئے ہیں۔ انسان شکر کرے یا نہ کرے۔ یہ اس کی اپنی مرضی ہے۔ لیکن اگر فطرت سلیم رکھتا ہے اور سوچ کر دیکھے گا تو اسے کو معلوم ہو گا کہ کیا ظاہری اور کیا باطنی ہر قسم کے قویٰ اللہ تعالیٰ ہی کے دیئے ہوئے ہیں اور اس کے تصرف میں ہیں چاہے تو ان کو شکر کی وجہ سے ترقی دے اور چاہے تو ناشکری کی وجہ سے ایک دم ضائع کر دے۔"

حقیقت یہ ہے کہ جب تک حالات معمول کے مطابق چل رہے ہوں بہت کم لوگ یہ سمجھ سکتے ہیں کہ تمام قویٰ خدا ہی نے عطا کئے ہیں اور جونہی بات ذرا سا بھی معمول سے ہٹتی ہے تو انسان پریشان ہو کر یہ سوچنے لگتا ہے کہ یہ کیسے ہوا۔ اور پھر اسے سمجھ آجاتی ہے کہ یہ تو خدا تعالیٰ ہی نے اپنے تصرف سے ایسا کیا ہے۔ اور ایسا ہونے کے لئے کسی بڑی بات کی بھی ضرورت نہیں۔ بظاہر معمولی سی بات بڑے نتائج پیدا کر دیتی ہے۔ حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ ہی فرماتے ہیں کہ آنکھ انسان کے جسم میں کتنی چھوٹی سی چیز ہے لیکن کتنی کار آمد۔ بہت کم لوگ سوچتے ہیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کی عطا ہے اور اس لئے اس کی وجہ سے بہت کم لوگ اس کا شکریہ ادا کرتے ہیں۔ لیکن بعض اوقات ایک ذرا سا کنکر اڑ کر آنکھ میں پڑ جاتا ہے انسان آنکھ کو ملنے لگتا ہے اور اس کی آنکھ ضائع بھی ہو سکتی ہے۔ حضرت اقدس نے کئی ایسی مثالیں دے کر بات سمجھانے کی کوشش کی ہے کہ معمول کے حالات ہیں ہماری نگاہ اس طرف جاتی ہی نہیں۔ کچھ ہو جاتا ہے تو پتہ چلتا ہے تو پھر انسان سوچتا ہے اور سمجھ جاتا ہے کہ خدا تعالیٰ کا شکر ہی واجب ہے۔

ویسے تو اگر انسان خدا تعالیٰ کے وجود ہی کا منکر ہو جائے تو اسے کون سمجھا سکتا ہے۔ یہ ہر چیز خدا کی عطا ہے اور اس کا شکریہ واجب ہے لیکن بات ہو رہی ہے ان کی جو خدا کے وجود کو مانتے ہیں اور سوچ سمجھ کر اس نتیجے پر پہنچ چکے ہیں کہ سب کچھ جو خدا نے دیا ہے اس کے لئے ہمیں خدا کا شکر کرنا چاہیئے۔ اگر ہم ہر چیز اس کی کنہ اور اس کی افادیت پر غور کرتے رہیں تو کوئی وجہ نہیں کہ ہمارا ہر لمحہ خدا کے شکر میں نہ گذرے۔

کوئی بھی سربراہانِ وطن ہوں
غریبوں کو نہیں آتا کوئی نام
انہیں سکھ چین کی ہر دم طلب ہے
کسی اک سے نہ دوجے سے کوئی کام

ابوالاقبال

نظر نظر میں تماشا ہے امتحاں کی طرح
سکوں ملا بھی تو تسکینِ بے اماں کی طرح

مَیں اپنے صبح و مسا کس طرح شمار کروں
مرے تو لمحے بھی ہیں عمرِ جاوداں کی طرح

مجھے تو آبلہ پائی کا کوئی شوق نہیں
پکار اُٹھے ہیں کانٹے مگر زباں کی طرح

اسے تو مَیں نے بس اک اجنبی ہی سمجھا تھا
اُگل گیا ہے مرے راز رازداں کی طرح

ذرہ ذرہ سی جو بیداد لطف دیتی ہے
نہ پھیل جائے کہیں سر پہ آسماں کی طرح

بس آپ اپنے سنگھاسن کی خیر مانگا کریں
کہ آفتیں بھی تو آتی ہیں مہرباں کی طرح

بہت سے لوگ شریک سفر سے لگتے ہیں
لہک لہک کے چلوں کیوں نہ کارواں کی طرح

فقط یہی تو ستاروں کی اک ضمانت ہے
کہ سارے مل کے رہیں ایک کہکشاں کی طرح

نسیمؔ چہرہ چھپا کر بھی چھپ نہیں پاتا
نظر نظر میں ہے وہ نقشِ بے نشاں کی طرح

نسیم سیفی

وقفِ عارضی کی بابرکت تحریک میں ضرور حصہ لیجئے

سیدنا حضرت مرزا ناصر احمد صاحب فرماتے ہیں:۔

"میں جماعت میں تحریک کرتا ہوں کہ وہ دوست جن کو اللہ تعالیٰ توفیق دے سال میں دو ہفتہ سے چھ ہفتہ تک کا عرصہ دین کی خدمت کے لئے وقف کریں اور انہیں جماعت کے مختلف کاموں کے لئے جس جس جگہ بھجوایا جائے وہاں وہ اپنے خرچ پر جائیں اور اُن کے لئے وقف شدہ عرصہ میں سے جس قدر عرصہ انہیں وہاں رکھا جائے اپنے خرچ پر رہیں اور جو کام ان کے سپرد کیا جائے اسے بجالانے کی پوری کوشش کریں۔"

(خطبہ جمعہ۔ الفضل ۲۳، مارچ ۶۶ء صہ۴)

(ایڈیشنل ناظر اصلاح وارشاد تعلیم القرآن وقف عارضی ربوہ)

ارشادات سیدنا حضرت فضل عمر

(اللہ تعالےٰ آپ سے ہمیشہ راضی رہے)

تلقین عمل

مثلاً اگر کوئی چور تمہارے پاس راز نہ لینے کیلئے آتا ہے۔ تو تم اس سے کہہ سکتے ہو کہ میں نہیں بتاتا۔ جاؤ نکل جاؤ۔ یہ جھوٹ نہیں ہوگا۔ لیکن یہ ضرور جھوٹ ہوگا۔ کہ تم اسے اصل جگہ چھپا کر دوسری جگہ بتا دو۔ اس طرح اگر کوئی شخص کسی کا عیب دیکھتا اور اسے ہر جگہ بیان کرتا پھرتا ہے تو یہ بھی سچ نہیں بلکہ اپنے بغض و کینہ کا اظہار اور غیبت ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ایک دفعہ صحابہؓ نے پوچھا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی کے متعلق سچی بات کا بیان کرنا بھی غیبت ہے۔ آپؐ نے فرمایا یہی تو غیبت ہے ورنہ اگر وہ سچی بات نہ ہو تو اس کا بیان کرنا غیبت نہیں بلکہ جھوٹ ہے پس سچ بولنے کے یہ معنی نہیں کہ دوسروں کی کمزوریوں کو ہر جگہ بیان کرتے پھرو بلکہ سچ بولنے کے یہ معنے ہیں کہ جب قاضی کے سامنے شہادت کا موقعہ آئے تو بغیر اس کا خیال کئے کہ سچا واقعہ بیان کرنے سے تمہارے دوست یا بھائی یا باپ یا بیوی پر کوئی الزام آئے گا۔ تم ہر سوال کا جواب سچ سچ دے دو یہی وجہ ہے کہ شریعت نے حکم دیا ہے کہ گواہی صرف قاضی لے کیونکہ بعض جگہیں ایسی ہوتی ہیں جہاں شریعت کہتی ہے کہ گواہی نہ لو۔ اب اگر گواہی لینے والا قاضی نہ ہو۔ تو ہو سکتا ہے وہ کوئی ایسی بات پوچھ لے جس کے پوچھنے کی اسے اجازت نہیں دی۔ اور اسطرح فتنہ پھیل جائے۔ پس سچ کے یہ معنی نہیں کہ جو کچھ تم دیکھو اسے ضرور بیان کرو اور نہ سچ کے یہ معنی ہیں کہ جو کچھ دیکھو تم اسے ہر ایک کے سامنے ضرور بیان کرو۔ اگر غیر قاضی تم سے سوال کرتا ہے تو تم کہہ دو میں نہیں بتاتا۔ اسی طرح اگر تم کسی شخص کو جرم کرتے دیکھے ہو تو تمہارا اس پر پردہ ڈال دینا سچ کے خلاف نہیں تمہارا سچ کے خلاف فعل اسوقت تصور ہوگا۔ جب قاضی یا قائم مقام قاضی جسے شریعت نے اپنے دائرہ میں گواہی لینے کا حق دیا ہے تم سے دریافت کرے اور تم سچ نہ بولو۔ لیکن اگر وہ تمہیں گواہی کے لئے نہ بلائے تو خواہ وہ بات درست ہی ہو۔ اس کا چھپانا سچ کے خلاف نہیں بلکہ اسطرح تم صلح پسند بنتے ہو اور فتنہ فساد سے اپنے آپ کو اور اپنی قوم کو محفوظ رکھتے ہو۔

پھر فرمایا۔

نویں بات جسکی طرف میں خدام الاحمدیہ کو توجہ دلاتا ہوں وہ علم کا عام کرنا ہے۔ میں پہلے ان کو توجہ دلا چکا ہوں کہ ان کا فرض ہے۔ کہ علم سیکھیں لیکن یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ کسی شخص کا نیکی حاصل کرنا اسے بچا نہیں سکتا۔ جب تک اسکے اردگرد بھی نیکی نہ ہو آپ اپنے بچے کو کتنا سچ بولنے کی عادت کیوں نہ ڈالیں وہ کبھی سچا نہیں ہو سکتا جب تک اسکے محلے میں دوسرے بچے جھوٹ بولتے ہیں۔ پس ان کا اپنا علم حاصل کر لینا کام نہیں آسکتا جب تک کہ دوسروں میں تعلیم کی اشاعت نہ کریں کچھ عرصہ سے میں نے انکے سپرد یہ کام کیا ہوا ہے کہ قادیان میں کوئی ان پڑھ نہ رہے اور جب یہاں یہ کام ہو جائے گا۔ تو پھر باہر بھی اسے شروع کیا جائے گا۔ انہوں نے کچھ عرصہ سے اس کے متعلق کوئی رپورٹ مجھے نہیں بھیجی اسلئے میں نہیں کہہ سکتا کہ کام ہو رہا ہے یا نہیں یہ کام اتنا اہم تھا کہ ان کو یہ سمجھنا چاہیئے تھا کہ اس کے متعلق ہفتہ واری رپورٹ ضروری ہے مگر آج میں یہ کام پھر خصوصیت کے ساتھ ان کے سپرد کرتا ہوں۔ اور ان کو توجہ دلاتا ہوں کہ اسے پہلے یہاں شروع کریں اور پھر باہر اور کوشش کریں کہ سال دو سال کے عرصہ میں کوئی احمدی ایسا نہ ہو جو پڑھا ہوا نہ ہو خواہ احمدی عورت یا مرد۔ بچہ ہو یا بوڑھا سب پڑھے ہوئے ہونے چاہیئں۔ اسکے لئے چھوٹے سے چھوٹا معیار مقرر کر لیا جائے اور پھر اس کے مطابق سب کو تعلیم دی جائے۔ یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ جب تک علم عام نہ ہو جماعت پورا فائدہ نہیں اٹھا سکتی۔ اس زمانے میں علم کتابی ہو گیا ہے مگر پہلے زمانے میں زبانی ہوتا تھا۔ پہلے زمانے میں علم کانوں کے ذریعے سیکھا جاتا تھا مگر اب کتابوں کے ذریعے اس لئے خدام الاحمدیہ کو کوشش کرنی چاہیئے کہ ہر احمدی لکھنا پڑھنا سیکھ جائے۔ عربوں میں زبانی حفظ کرنے کا رواج تھا اور اس کا یہاں تک اثر ہے کہ صرف و نحو کی بعض کتابیں وہ ہر طالب علم کو حفظ کراتے ہیں۔ پرانے زمانے میں علماء کے لئے قرآن کریم کا حفظ کرنا ضروری سمجھا جاتا تھا۔ حدیثوں کو یاد کرنا محدثین کے لئے ضروری ہوتا۔ شاعروں میں شعر زبانی یاد کرنے کا رواج تھا۔ صرفی نحوی صرف اور نحو کی کتابیں یاد کرتے تھے۔ فقہاء فقہی کتابیں حفظ کرتے تھے۔ کتابیں عام ہیں جب ضروری ہوئی دیکھ لیں۔ مگر اس زمانے میں کتابیں عام نہ تھیں اس لئے حفظ کرنا ضروری سمجھا جاتا تھا۔ یہاں تک کہ اس زمانے میں کتاب لکھنا یا پڑھنا موجب عار سمجھا جاتا تھا۔ اور اسکے یہ معنے سمجھے جاتے تھے کہ حافظہ کمزور ہے۔ وہ شاعر شاعر ہی نہیں سمجھا جاتا تھا جسکے شعر لکھے جائیں۔ اسکے یہ معنے یہ ہوتے تھے گویا اسکی قوم نے اسکی قدر نہیں کی اگر قوم قدر کرتی تو اسکے شعر حفظ کرتی اس واسطے جو بڑے سے بڑے شعراء ہوتے تھے۔ ان کے ساتھ ایسے لوگ رہتے تھے جو ان کے شعر حفظ کرتے تھے۔ ان کو اراغیا کہا جاتا تھا۔ اور توجہ اور مشق سے حافظے اتنے تیز ہو جاتے تھے کہ بعض کو لاکھ لاکھ دو دو لاکھ اور تین تین لاکھ شعر زبانی یاد ہوتے تھے۔ ایران کا ایک مشہور واقعہ ہے کہ ایک بادشاہ تھا۔ اس زمانے وہاں عربی کا زیادہ رواج تھا۔ اسلامی ممالک میں زیادہ تر یہی زبان رائج ہوتی تھی۔ بادشاہ کو سخاوت کی عادت تھی شعراء آتے شعر سناتے اور بڑے بڑے انعام پاتے تھے۔ وزیر نے اس سے کہا کہ شعراء تو اسطرح لوٹ کر لے جائیں گے اور خزانے میں کمی آجائے گی۔ اسلئے آپ ہر ایک کو انعام نہ دیا کریں بلکہ قید لگا دیں کہ صرف اسی شاعر کو انعام دونگا جو کم سے کم ایک لاکھ شعر سنا سکتا ہو۔ بادشاہ نے یہ مان لیا اور اعلان ہو گیا کہ جب تک کسی شاعر کو کم سے کم ایک لاکھ شعر یاد نہ ہو وہ دربار شاہی میں باریابی حاصل نہ کر سکے گا۔ اب لاکھ شعر کا یاد کرنا ہر ایک کے لئے تو مشکل ہے کسی کو پانچ ہزار کسی کو دس ہزار یاد ہوتے کسی کو بیس ہزار اور کسی کو تیس ہزار یا چالیس ہزار اور اس اعلان کا نتیجہ یہ ہوا کہ عام ادباء اور شعراء کو موقعہ نہیں مل سکتا تھا اور وہ بھوکے مرنے لگے ان کو خیال آیا کہ اسطرح تو ملک کے علم و ادب کو نقصان پہنچے گا۔ اس زمانے میں وہاں ایک بہت بڑے اور مشہور ادیب تھے۔ سب اکٹھے ہو کر ان کے پاس پہنچے اور کہا اس سے ملک کے علم و ادب کو نقصان پہنچے گا۔ اسلئے آپ بادشاہ سے ملیں اور اس بات پر آمادہ کریں کہ ایک لاکھ کی تعداد میں کمی کر دے۔ وہ بالکل الگ تھلگ رہتے تھے بادشاہ نے بعض دفعہ ان کو بلوایا بھی تھا مگر انہوں نے انکار کر دیا تھا۔ چونکہ وہ اپنی ذات میں اپنے آپ کو ادب کا بادشاہ سمجھتے تھے۔ مگر یہ چونکہ ایک ادبی خدمت تھی۔ اس لئے وہ بادشاہ سے ملنے کے لئے تیار ہو گئے۔ چنانچہ وہ گئے اور اطلاع کرائی۔ دربانوں نے نام پوچھا مگر انہوں نے نام بتانے سے انکار کر دیا۔ اور کہا کہ ایک شاعر ملنا چاہتا ہے۔ دربانوں نے کہا کہ شاعروں کیلئے یہ شرط ہے کہ انہیں کم سے کم ایک لاکھ شعر یاد ہونے چاہیئں۔ پہلے درباری امتحان لیں گے اگر کوئی ایک لاکھ شعر سنا سکے تو اسے باریابی کا موقعہ دیا جائے گا۔ ورنہ نہیں۔ انہوں نے پیغام بر سے کہا کہ جا کر بادشاہ سے پوچھو کہ وہ کون سے ایک لاکھ شعر سننا چاہتا ہے۔ اسلام کے زمانے کے یا زمانہ جاہلیت کے مردوں کے یا عورتوں کے میں ہر قسم کے ایک لاکھ شعر سنانے کو تیار ہوں۔ جب بادشاہ کو یہ اطلاع پہنچی تو وہ سمجھ گیا۔ انہیں کا نام لیا اور کہا کہ وہی ہونگے۔ ننگے پاؤں بھاگا اور کہا فرمائیے کیا خدمت ہے۔ انہوں نے کہا کہ آپ کے حکم سے ملک میں یہ ظلم ہو رہا ہے کہ اسکے ادب کو نقصان پہنچ رہا ہے اس شرط کے ہوتے ہوئے کوئی خاص شاعر ہی باریاب ہو سکتا ہے اور جو اتنا بڑا ادیب ہو اسے آپ کی مدد کی کیا احتیاج ہو سکتا ہے اور وہ دربار میں کیوں آئے گا۔ اسے تو گھر بیٹھے ہی روزی ملے گی اسلئے اسے منسوخ کر دیں۔ بادشاہ نے کہا بہت اچھا میں اسے منسوخ کرتا ہوں۔ اور جب یہ شرط لگائی تھی تو میرا ایک مقصد یہ بھی تھا کہ شائد آپ اسے منسوخ کرانے کیلئے آئیں۔ تو حافظے پر زور دینے کی وجہ سے پرانے زمانوں میں ایسے ایسے لوگ بھی ہوتے تھے۔ جو لاکھوں شعر زبانی یاد رکھتے تھے۔ کہتے ہیں امام شافعی نے ۵ سال کی عمر میں قرآن شریف حفظ کر لیا تھا۔ لوجہ حافظہ پر عام طور پر زور دینے کی اس زمانے میں لوگوں کے حافظے بہت تیز ہوتے تھے۔ ایک دو دفعہ ہی بات سن کر یاد کر لیتے تھے مگر اب کتابوں کے عام ہو جانے کی وجہ سے حافظہ کی تیزی کو بالکل نظر انداز کر دیا جاتا ہے اسلئے خدام الاحمدیہ کو ضمنی طور پر اسطرف بھی توجہ دینی چاہیئے اور یاد رکھنا چاہیئے کہ جب تک قوم کی عام رغبت اسطرف نہ ہو ایک دو کی کوشش سے کوئی فائدہ نہیں پہنچ سکتا۔ پہلے زمانہ میں حافظہ کے ذریعہ لوگ عالم ہوتے تھے۔ مگر آج کل کتابیں پڑھنے سے ہوتے ہیں اسلئے جماعت کے ہر فرد کو کچھ نہ کچھ لکھنا پڑھنا آنا چاہیئے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس کا اتنا خیال رکھتے تھے کہ بدر کی جنگ میں جو کفار قید ہوئے ان میں سے جو فدیہ ادا نہ کر سکے تھے۔ آپؐ نے ان کے لئے یہ شرط لگائی کہ دس دس بچوں کو لکھنا پڑھنا سکھا دو۔ اور جب انہوں نے سکھا دیا تو ان کو چھوڑ دیا۔ تو خدام الاحمدیہ

باقی صہ ۴ پر

شذرات

نون۔سین

تعلیم — اکیسویں صدی کیلئے

گذشتہ دنوں بہاولپور میں اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور کے شعبہ تعلیم کے زیر اہتمام ایک سہ روزہ سیمینار منعقد کیا گیا جس کا موضوع "اکیسویں صدی کے لئے تعلیم" تھا۔ اس سیمینار میں پاکستان کے موجودہ نظام تعلیم اور سلیبس وغیرہ کے متعلق تفصیل کے ساتھ بحث کی گئی۔ زیادہ زور اس بات پر تھا کہ اب جبکہ اکیسویں صدی میں داخل ہونے کا وقت آگیا ہے۔ ہمیں اپنے نظام تعلیم کی خامیوں کو دور کرکے اسے بہتر بنانا چاہیئے تاکہ ہم فخر کے ساتھ یہ نظام تعلیم لے کر اکیسویں صدی میں داخل ہوں۔ آخری اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے ڈائرکٹر جنرل پروموشن آف سائنسز، اسلام آباد، ڈاکٹر اے۔ آر مغل نے کہا کہ اگر ہم ترقی یافتہ دنیا کے ساتھ اکیسویں صدی میں داخل ہونا چاہتے ہیں تو یہ بات نہایت ضروری ہے کہ ہم سائنس کی تعلیم کی طرف خاص طور پر توجہ دیں۔

مہمان خصوصی ڈاکٹر مختار احمد بھٹی جو منسٹری آف ایجوکیشن اسلام آباد سے تعلق رکھتے ہیں نے کہا کہ جو مقالے اس سیمینار کے مختلف اجلاسوں میں پڑھے گئے ہیں وہ اتنے اچھے اور معیاری ہیں کہ آئندہ مستقبل کی سکیموں کے لئے انہیں نہایت مفید طور پر استعمال کیا جاسکتا ہے۔

افتتاحی اجلاس کی صدارت کرتے ہوئے ڈویژنل کمشنر مسٹر مرتضیٰ بیگ برلاس نے اس بات کی طرف توجہ دلائی کہ نظام تعلیم اور تعلیمی نصاب کو بہتر بنانے کے لئے یہ نہایت ضروری ہے کہ ابتدائی طور پر اس میں ایسی تبدیلیاں کی جائیں جو آگے چل کر بہتر عمارت بنانے میں مدد دیں اور جن کے نتیجے میں ہم ترقی یافتہ ممالک کے شانہ بشانہ چل سکیں۔ دوسرے اجلاس کی صدارت کرتے ہوئے پروفیسر ظفر آفاق انصاری ڈائریکٹر انسٹی ٹیوٹ آف سائیکالوجی اسلام آباد نے کہا کہ یہ اپنی قسم کا پہلا سیمینار ہے جس میں تعلیم کے سلسلے میں اکیسویں صدی کا ذکر کیا گیا ہے اور اس بات پر زور دیا گیا ہے کہ اکیسویں صدی میں داخل ہونے کے لئے ہمارا نصاب تعلیم اور نظام تعلیم ہر لحاظ سے ترقی یافتہ ممالک کے برابر ہونا چاہیئے۔ انہوں نے کہا کہ اگرچہ تعلیم کے سلسلے میں بہت سی باتیں ہوتی رہی ہیں۔ لیکن جہاں تک اکیسویں صدی میں داخلے کا تعلق ہے اور اکیسویں صدی کی نسبت سے تعلیم میں تبدیلیوں کا تعلق ہے یہ پہلا سیمینار ہے جس میں یہ ساری باتیں پیش کی گئی ہیں۔ انہوں نے آنے والی نسلوں کا حوالہ دیتے ہوئے کہا کہ ہمیں ان کے لئے ایسا نظام تعلیم رائج کرنا چاہیئے اور ایسا نصاب تعلیم پیش کرنا چاہیئے جو ان کے مناسب حال ہو۔ ایسا نہ ہو کہ اکیسویں صدی کے نوجوان چاہیں کچھ اور یعنی وہ باتیں جو ترقی یافتہ ممالک کے شانہ بشانہ انہیں چلا سکیں اور ہم انہیں وہ باتیں دیں جو بیسویں صدی کی گھسی پٹی باتیں ہیں۔ غرضیکہ اس سہ روزہ سیمینار میں تعلیم کے متعلق مختلف پہلوؤں پر غور کیا گیا اور اس سارے غور کی بنیاد یہ تھی کہ ہمیں ترقی یافتہ ممالک کے شانہ بشانہ چل کر اکیسویں صدی میں داخل ہونا چاہیئے۔

ہم اس موقعہ پر اپنے احمدی ماہرین تعلیم سے گزارش کریں گے کہ وہ بھی ان باتوں کو پیش نظر رکھیں اور اپنے ملک کی اس سلسلے میں خدمت کے لئے جو کچھ ان سے ہو سکے وہ ضرور کریں۔ نصاب کے متعلق بھی تجاویز پیش کریں۔ اور نظام تعلیم کے متعلق بھی۔ تاکہ ملک ان کی ان تجاویز سے فائدہ اٹھا سکے۔

(الفضل کے صفحات حاضر ہیں)

بقیہ: صـ۳ سے آگے

کو تعلیم عام کرنے کی طرف توجہ کرنی چاہیئے۔ اگر وہ یہ کریں تو جماعت کے اخلاق بھی بلند ہو سکتے ہیں۔ پڑھنا آتا ہو تو وہ حضرت صاحب کی کتب بھی پڑھ سکیں گے۔ دینی کتب کا مطالعہ کریں گے۔ تصوف کی کوئی کتاب پڑھیں گے اور ان کا وقت بھی ضائع نہ ہوگا۔ کتابیں پڑھنے سے ان کا ذہن صیقل ہوگا اور پھر اخلاق بلند ہوں گے۔

دفتر سے خط و کتابت کرتے وقت چٹ نمبر کا حوالہ ضرور دیں ——

چوہدری مبارک مصلح الدین احمد

تمباکو نوشی

ماہ اکتوبر کے دوران لاہور میں رائل کالج آف فزیشنز (ایڈنبرا) اور کالج آف فزیشنز اینڈ سرجنز (پاکستان) کے مشترکہ انتظام کے تحت ایک میٹنگ منعقد ہوئی جس میں عالمی شہرت یافتہ ماہرین نے دل کے امراض کے بارہ میں باہم تبادلہ خیال اور غور و فکر کیا اور دل کی مختلف بیماریوں کی وجوہات احتیاطیں اور علاج کے بارہ میں اپنے تجربات سے آگاہ کیا۔ تمباکو نوشی کو مقررین نے اونچے درجہ کا RISK قرار دیا اور یہ واضح کیا کہ یہ نہ صرف دل کی بیماری پیدا کرتی ہے بلکہ بلڈ پریشر اور پھیپھڑوں کے کینسر کا موجب بھی ہے۔ لہذا ضروری ہے کہ تمباکو نوشی کے نقصانات سے ہر فرد بشر کو آگاہ کیا جائے تاکہ وہ اس کے مضرات کے پیش نظر اس سے اجتناب کرے۔ آجکل جو نوجوان نشہ میں ملوث ہوجاتے ہیں اس کی بھی ایک بڑی وجہ سگریٹ نوشی ہے۔ کیونکہ نشہ والی دوائیاں مثلاً افیون حشیش یا ہیروئن، سگریٹ یا پائپ کے ذریعہ کش (SMOKE) کی جاتی ہیں۔ اس لئے اگر کوئی سگریٹ نوشی کا عادی نہ ہو تو وہ منشیات کے گروہ کے چنگل میں بآسانی پھنسایا نہیں جاسکتا۔

سگریٹ، سگار، پائپ تمباکو، چیونگ تمباکو، نسوار اور دیگر کیمیکل پراڈکٹس سب تمباکو کے پودے سے بنتے ہیں۔ اس وقت کل دنیا میں سالانہ نوے لاکھ ایکڑ میں تمباکو کاشت کیا جاتا ہے جس سے آٹھ ارب پاؤنڈ تمباکو حاصل ہوتا ہے۔ ریاستہائے متحدہ امریکہ کی پیداوار سب سے زیادہ ہے۔ امریکہ سالانہ پانچ سو ارب سگریٹ اور سات ارب سگار پیدا کرتا ہے۔ جن کا کثیر حصہ ملک کے اندر ہی صرف ہو جاتا ہے۔ سگریٹ پیدا کرنے والے ممالک کی فہرست میں پاکستان چھٹے نمبر پر آتا ہے اور اس کی سالانہ پیداوار ۲۷ ارب سگریٹ ہے جو کہ ۱۹ فیکٹریاں بناتی ہیں۔

آج سے قریباً ۱۳۱ سال قبل پہلی دفعہ ایک فرانسیسی ڈاکٹر نے اس بات کا انکشاف کرتے ہوئے اس کا سائنسی ثبوت پیش کیا کہ تمباکو نوشی سے منہ کا کینسر ہوتا ہے۔ بالخصوص نچلے ہونٹ پر اس جگہ جہاں کہ پائپ یا سگریٹ رکھا جاتا ہے باوجودیکہ اس نے دس سال کے تجربات کے بعد یہ قابل توجہ بات بتائی پھر بھی تمباکو نوشی میں کوئی کمی نہ آئی۔ ۱۹۳۰ء میں یہ بات جائزہ سے سامنے آئی کہ پھیپھڑے کے کینسر والے تقریباً تمام مریض وہ ہیں جو کہ سگریٹ نوشی کرتے ہیں۔ ۱۹۶۲ء میں برطانیہ کے رائل کالج آف فزیشنز نے تمباکو نوشی کو پھیپھڑوں کے کینسر اور دل کی کئی قسم کی بیماریوں کا موجب قرار دیا اور اسی طرح اسے السر کی تکلیف کو بڑھانے کا بھی موجب قرار دیا۔ ۱۹۶۷ء میں امریکہ میں مضبوط شواہد نے متنبہ کیا کہ تمباکو نوشی دل کے ایسے امراض پیدا کرنے کا موجب ہے جس سے کہ تھوڑے ہی عرصہ میں موت واقع ہو سکتی ہے۔

ان خطرات کے پیش نظر تقریباً تمام ترقی یافتہ ممالک میں ریڈیو اور ٹیلیویژن پر سگریٹ اور تمباکو سے تیار ہونے والے اشیاء کے اشتہارات پر بندش ہے۔ حکومت برطانیہ نے ۱۹۶۵ء میں ٹیلی ویژن پر پابندی لگائی اور امریکہ میں ۱۹۶۶ء میں ایک قانون پاس کیا گیا جس کے تحت ہر سگریٹ کے پیکٹ پر یہ خطرہ کی وارننگ چھاپنا ضروری قرار دیا گیا کہ سگریٹ نوشی صحت کے لئے نقصان دہ ہے۔ ان سب باتوں کے باوجود ان ممالک میں جہاں کہ نوجوان نسل بوجہ بیکاری اور دیگر سہولتوں سے محرومی، معاشرتی ناانصافی اور ذہنی خلفشار کا شکار ہے وہاں سگریٹ نوشی کی بری عادت میں دن بدن اضافہ ہو رہا ہے۔ اس بات کی اشد ضرورت ہے کہ سگریٹ نوشی کے بداثرات اور برے نتائج سے تعلیمی ادارہ جات، پرائمری سکول سے لیکر یونیورسٹی تک، کھیلوں، نمائش اور دیگر پبلک تقریبات کے موقع پر وقتاً فوقتاً تمباکو نوشی سے پرہیز کے بارہ میں مناسب طریق پر تلقین اور وعظ و نصیحت کی جاتی رہے۔

عجیب بات ہے کہ پاکستان ٹیلیویژن پر جو کھیلوں کے میچز وغیرہ دکھائے جاتے ہیں۔ ان کے سپانسر سگریٹ بنانے والی کمپنیاں ہوتی ہیں۔ چنانچہ وقفہ وقفہ سے ایسے اشتہارات دکھائے جاتے ہیں جس سے یہ احساس دلایا جاتا ہے کہ اعلیٰ صحت والے اور نہایت ہی محنت کش

باقی صـ۷ پر

ڈاکٹر عبدالرشید تبسم

ادب میں ترقی پسندی کی تحریک

۱۹۳۵ء میں نوجوان شعراء کی ایک پوری کھیپ نیا قلبی و ذہنی رجحان لے کر میدان عمل میں آئی۔ اور ادب کے ایک نئے دور کا آغاز ہوا۔ یہ حضرات ترقی پسند مصنفین کہلائے۔ ترقی پسند مصنفین کی بڑی اٹھان تھی۔ اُن سے بڑی توقعات وابستہ ہوئیں اور یوں محسوس ہوا کہ ان کی ادبی و شعری نگارشات، ملک و قوم کے فکر و نظر کو ایسی جلا دیں گی جس سے ملک و قوم کا کردار بلند، بہت بلند ہو جائے گا۔ اُنہیں ایک خاص سہولت بھی میسر تھی۔ وہ یہ کہ یہ حضرات ملک کے اخبارات، رسائل، ریڈیو پر حاوی تھے۔ یوں سمجھئے کہ نشر واشاعت کے تمام رائج وقت ذرائع اُن کے تصرف میں تھے۔ اپنے نئے اسالیب بیان کا پراپیگنڈہ کرنے کے لئے انہیں کسی کے پاس جانے کی ضرورت نہیں تھی۔ چنانچہ انہوں نے ان تمام ذرائع سے خوب کام لیا اور اپنے افکار کی خوب اشاعت کی۔ ان کے افکار کا خلاصہ حسب ذیل ہے۔

۱۔ قدیم اردو ادب قطعاً بیکار ہے۔

۲۔ غزل کی ہیئت اور مضامین جاگیردارانہ دور کی پیداوار ہیں۔ لہٰذا یہ ناگوار ہیں۔

۳۔ عاشقانہ اظہار فکر کے لئے غزل کی ہیئت ضروری نہیں۔ قافیہ، ردیف بحر کی قیود میں اصل مطلب کا دم گھٹ کر رہ جاتا ہے۔ وقت آ گیا ہے کہ یہ قیود دور کر دی جائیں۔

۴۔ ادب ایک مقصدی شے ہے اس سے زندگی کو زیادہ متحرک کیا جا سکتا ہے۔ اور یہ ایک انقلاب برپا کرنے کا ذریعہ بن سکتا ہے۔

۵۔ مذہبی عقائد افیون کا درجہ رکھتے ہیں۔ جب تک ان سے پیچھا نہ چھڑایا جائے مادی ترقی کا صحت مند شعور پیدا نہیں ہو سکتا۔

۶۔ جنسی بھوک اتنی اہم ہے جتنی شکم کی بھوک۔ ادب کا یہ وظیفہ بھی اولیت رکھتا ہے کہ اس سے جنسی مسائل حل کئے جائیں۔

۷۔ مذہب سے دستگاری، دولت کی مساوی تقسیم، جنسی آزادی جیسے عناصر صرف اشتراکی نظام ہی میں پوری طرح نشو و نما پا سکتے ہیں۔ اس لئے برصغیر پاک و ہند کے لئے اشتراکی نظام ہی موزوں ہے اور اسے رائج کرنے کے لئے ایک ویسے ہی خونی انقلاب کی ضرورت ہے جو روس میں ۱۹۱۷ء میں ہوا۔ ضروری ہے کہ ادب کے ذریعے وہ "سرخ سویرا" جلدی لایا جائے

۸۔ روس میں علاقائی زبانوں کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔ وہاں ہر جگہ ابتدائی تعلیم علاقائی زبان میں دی جاتی ہے اور اس کے کئی فوائد ہیں۔ اس برصغیر میں بھی علاقائی زبانوں کو اولیت حاصل ہونی چاہیئے۔ بے شک ایک مرکزی اور اعلیٰ تعلیمی زبان بھی رہے۔ مگر اہمیت کے اعتبار سے اس کا درجہ ثانوی ہونا چاہیئے۔

چنانچہ ان خطوط پر ترقی پسند ادب پیدا ہونا شروع ہوا اور جلد ہی اس ادب کے انبار لگ گئے۔ شعر میں آزاد نظم اور بلینک ورس کو اظہار خیال کا ذریعہ بنایا گیا۔ اس طرح اردو شاعری میں دو نئی اصناف کا اضافہ ہوا جو یقیناً ایک قابل ستائش بات تھی۔ یہ اصناف انگریزی سے لی گئیں۔ اور انگریزی میں یہ اپنی اپنی مستقل قدر رکھتی ہیں۔ اس طرح اردو شاعری کا دامن، ہیئت کے اعتبار سے زیادہ وسیع ہو گیا۔ جہاں تک مضامین کا تعلق ہے اس نظم کے ذریعے سیاسی اور جنسی افکار کو فروغ دیا جانے لگا۔ سیاست میں اشتراکیت کا پراپیگنڈہ مقصود تھا اور برصغیر کا حکمران انگریز اشتراکیت کا دشمن تھا اور اس لئے ترقی پسند شعراء اشتراکیت کے حق میں کوئی بات کھل کر نہ کہہ سکے۔ اُدھر جنسی افکار کو عریاں صورت میں برداشت کرنے کے لئے معاشرے کا سنجیدہ طبقہ تیار نہ تھا۔ اس لئے ترقی پسند شعراء کو سیاسی اور جنسی افکار کا اظہار کرنے کے لئے ابہام سے کام لینا پڑا۔ یہ ابہام مجبوری کی وجہ سے پیدا ہوا۔ لیکن یہ ابہام رفتہ رفتہ ترقی پسند ادب کا جزو قرار دیا گیا۔ اور یہ ایک خوبی شمار ہونے لگا۔ افسانہ ناول، ڈرامہ، مضامین بھی انہی خطوط پر لکھے جانے لگے۔ نظم و نثر میں خدا تعالیٰ پر طنز و مزاح اس ادب کی ایک اور خصوصیت قرار پایا۔ اور پرانی اقدار سامانِ تمسخر بن گئیں۔

آزاد نظم اور بلینک ورس میں اوّلیت ن۔م راشد کے حصے میں آئی۔ اشتراکیت کے پرچار میں فیض احمد فیضؔ سب سے آگے تھے۔ ۱۹۳۹ء میں دوسری عالمگیر جنگ چھڑی تو روزگار کے راستے کھل گئے۔ جنگ روس اور انگریزوں کے درمیان تھی لیکن جن ترقی پسند شعراء و ادباء کو انگریزی حکومت کے تحت نوکری مل گئی۔ انہوں نے شکر کیا اور انگریز کے خلاف زور قلم آزماتے آزماتے نہایت خلوص سے اسی کی نوکری کرنے لگے اور گن گانے لگے۔ مگر کچھ عرصہ بعد روسی اور انگریز اس جنگ میں جرمنی کے خلاف ایک دوسرے کے حلیف بن گئے تو انگریز کے ان ملازم اہل قلم حضرات کا بھرم رہ گیا۔

برصغیر میں جہاں ترقی پسند شعراء و ادباء کام کر رہے تھے وہاں دوسرے شعراء و ادباء بھی بدستور سابق نگارشات پیدا کر رہے تھے۔ پرانی اقدار کا حامل ادب بھی خاصی مقدار میں پیدا ہو رہا تھا اور اس طرح بحیثیت مجموعی اس دور میں بڑا ادب پیدا ہوا۔

ادھر سیاسی تحریکیں برصغیر میں زوروں پر تھیں۔ ان سیاسی تحاریک سے نظریاتی طور پر ترقی پسند ادباء و شعراء کی حوصلہ شکنی ہی ہوئی۔ حوصلہ افزائی نہیں ہوئی۔ یہاں تک کہ ۱۹۴۷ء میں برصغیر دو حصوں میں تقسیم ہو کر آزاد ہو گیا اور یہاں کی صورت حال یکسر بدل گئی۔ آزادی مل گئی۔ لیکن یہ "سرخ سویرے" کے ذریعے نہیں ملی تھی۔ اس سے ترقی پسند شعراء و ادباء کی مزید حوصلہ شکنی ہوئی اور وہ چلّا اٹھے کہ یہ آزادی وہ آزادی نہیں ہے جو ہمارے تصوّر میں تھی۔ چنانچہ انہیں ابھی تک اس ملک میں اس "سرخ سویرے" کا انتظار ہے جو قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ شائد کبھی نہ آئے۔

آزاد نظم اور بلینک ورس خود مستقل اقدار کی حامل تھیں۔ کسی دوسری صنف شاعری سے اُن کا تقابل غیر مناسب تھا۔ مگر غزل پرانی قدر رکھتی تھی۔ اور اس پرانی قدر کو مٹانا ضروری تھا اس لئے غزل کی جگہ آزاد نظم اور بلینک ورس کو دی جانے لگی جس سے خود آزاد نظم اور بلینک ورس کا وقار بھی مجروح ہوا۔

ترقی پسند ادب کا دور ۱۹۳۵ء میں شروع ہوا تو چند سال میں یہ محسوس کیا جانے لگا کہ یہ اہلِ قلم حضرات جو عزائم لے کر میدان میں آئے تھے وہ پورے نہیں ہوئے۔ ان میں جو دور اندیش تھے وہ جہاں آزاد نظم اور بلینک ورس لکھتے رہے وہاں انہوں نے غزل کا دامن بھی نہ چھوڑا اور آگے چل کر ان کا اصل سرمایۂ شاعری غزل ہی محسوب ہوئی۔ فیضؔ خالص سیاسی افکار کو نہ صرف شاعری کے حلقے میں لے آیا بلکہ اس نے اس انداز میں تغزّل پیدا کرنے کی بھرپور کوشش کی جس سے اردو شاعری کی وسعت اور زیادہ ہو گئی۔ اب یہ جدا بات ہے کہ فیضؔ کی اس شاعری میں ابہام اور گھٹن ہے۔ اس میں زبان کا الجھاؤ اور فکر کی ژولیدگی ہے۔ فیضؔ کی مجبوریاں اپنی جگہ ہیں لیکن امتدادِ زمانہ کے ساتھ ساتھ اس کی مجبوریوں کا تصوّر دھندلاتا جائے گا۔ یہاں تک کہ ایک وقت آئے گا جب اس کی مجبوریوں پہ کسی کی نظر نہیں ہوگی۔ صرف اس کا کلام سامنے ہوگا۔ فیضؔ شاعر کے طور پر اس وقت بھی زندہ رہ جائے گا لیکن اپنی غزل کے سہارے۔ اور غزل وہ صنفِ شاعری ہے جو ترقی پسند شعراء کی نظر میں سب سے زیادہ کھٹکی اور جسے مٹانے کے لئے انہوں نے پوری کوشش کی۔

یہ بات فیضؔ تک ہی محدود نہیں۔ بعض دوسرے ترقی پسند شعراء کا بھی یہی حال ہے۔ پھر ان میں سے جن شعراء نے آزاد نظم اور غزل دونوں لکھی ہیں ان کی آزاد نظم کے مقابلے میں ان کی غزل زیادہ کامیاب رہی ہے۔

جب ترقی پسند ادب اپنے مقاصد میں ناکام رہا تو دانشوروں کے ایک طبقے نے "ادب برائے ادب" کا نعرہ لگایا۔ جن مقاصد کو ترقی پسند شعراء و ادباء نے سامنے رکھا تھا وہ پورے نہ ہوئے تو "مقصد" کو ادب کے دائرے ہی سے خارج کر دیا گیا۔ ان دانشوروں کا یہ نعرہ در اصل ترقی پسند ادب کی طرف سے کھلا ہوا اعتراف شکست اور حقیقت سے فرار تھا۔

پھر ان ترقی پسند شعراء و ادباء میں ایک اور گروپ میراجی کی قیادت میں

باقی صـ پر

مرتبہ: غلام مصطفےٰ تبسم

کھیل اور کھلاڑی

مکرم میجر سید محمود احمد شاہ صاحب نے محترم میر عبدالسلام صاحب کے متعلق درج ذیل مضمون ارسال فرمایا ہے

مسٹر ایم - آئی - مرچینٹ لندن یونیورسٹی پرپل کلر ہولڈر و سابق آنریری جوائنٹ سیکرٹری، بورڈ آف کنٹرول فار کرکٹ ان پاکستان، بیرسٹرایٹ لاء و مجسٹریٹ فرسٹ کلاس، کراچی نے "ہنڈرڈ بیسٹ کرکٹرز (یکصد بہترین کرکٹرز) نامی کتاب آج سے تیس سال قبل انگریزی زبان میں تالیف کی تھی یہ کتاب ۱۶۲ صفحات پر مشتمل ہے اور متعدد یادگاری تصاویر سے مزین ہے اب یہ کتاب مارکیٹ میں نایاب ہے۔ استفسار پر مؤلف کتاب نے بتایا کہ فی الحال اس کتاب کے دوسرے ایڈیشن کی اشاعت کے لئے حالات سازگار نہیں۔ اس کتاب کے پیش لفظ میں مسٹر مرچنٹ لکھتے ہیں۔

"کرکٹ اور کرکٹرز ایک مسحور کن موضوع ہے۔ تنہائی اور جدائی کی علت کے خلاف کرکٹ آرام دہ اور موجب تسکین ہے اور کرکٹ علاج بھی ہے ذہنی امارت پرستی اور حقارت کی بیماری کا۔ کرکٹ کے میچ کے وقت تماشائیوں اور کھلاڑیوں دونوں سے الگ تھلگ رہنا ایک مشکل امر ہے میں نے اس کتاب کے لئے بہترین یکصد کرکٹرز کا انتخاب کر کے اپنی سنچری سکور کر دکھا ہے

جس معیار کے کرکٹرز کا اس کتاب میں ذکر کیا گیا ہے وہ ڈربی گھوڑ دوڑ ریس کو جیتنے والے چیمپین کی طرح تو نہیں آدھمکے بلکہ وہ تو قدرت کی ودیعت کردہ پیدائشی جوہر صلاحیت اور فیلڈ میں اشد محنت و مشقت کرنے کے نتیجہ میں نمودار ہوتے ہیں چند کرکٹرز جن کا ذکر کیا گیا ہے انکی کارکردگی کے دوران میں نے بذات خود ان کو بغور دیکھا جبکہ باقی ماندہ کی بابت میں نے نکتہ چیں بن کر اُن کا مطالعہ کیا اور ان کی بہترین کامرانیوں اور فتوحات کی روشنی میں نیک دلی سے انصافاً تحریر کیا ہے ہر کرکٹرز کو اس کی بہترین کارکردگی سے ہی جانچنا چاہیئے۔

"ہر اچھا کرکٹر خواہ وہ عظیم ہو یا کم تر ماضی کے مشاہیر کرکٹرز کی کامرانیوں کی مدح سرائی میں لطف اندوز ہوتا ہے دیگر کھیلوں کی بہ نسبت کرکٹ اپنی روایات کی پیاری یادوں کو قائم و دائم رکھتی ہے لہذا میں نے ماضی اور حال کے مشہور کرکٹرز کی کامرانیوں اور فتوحات کو اس کتاب میں محفوظ کیا ہے تاکہ وہ غفلت اور بھول سے بچائی جاسکیں۔ اور آئندہ آنے والی نسلیں اپنے مشہور و معروف پیشروؤں کی یادوں کا مناسب احترام کریں اور اُن کی قائم کردہ مثال کی پیروی کرتی رہیں۔ کرکٹ ایک سخت گیر اور محنت و مشقت طلب کھیل ہے لہذا جو پلیئرز اپنی عمریں اور زندگیاں اس کھیل کے لئے صرف اور وقف کرتے ہیں وہ ضرور اس امر کے مستحق ہیں کہ اِن کے نام اور کام کتابی صورت میں جمع کر کے یادگار کے طور پر محفوظ کئے جائیں"۔

ہم مسٹر ایم آئی مرچینٹ کے مشکور ہیں کہ انہوں نے کرکٹ کے شاہانہ کھیل کے ایک عظیم احمدی کھلاڑی کی کارکردگی اور کامرانیوں کو اور مسلم ٹیموں کے لئے اُن کی بیش بہا خدمات کو اپنی کتاب میں یکجا جمع کر کے بیان کیا۔

ذیل میں کتاب مذکور میر عبدالسلام کرکٹر کی نسبت مضمون کا اردو ترجمہ احباب کی معلومات کے لئے پیش کیا جاتا ہے۔

میر عبدالسلام

طویل قامت اور پتلے دبلے جسم و بدن والا یہ کرکٹر عظیم اقدام اور قوت و طاقت کا مالک تھا۔ وہ ایک نفیس آل راؤنڈر کی حیثیت میں کرکٹ کے اُفق پر بڑی شان و شوکت کے ساتھ طلوع ہوا اور پھر تھوڑا عرصہ بعد انگلینڈ میں بحیثیت سپورٹس ڈیلر قیام پذیر ہو گیا۔

۱۸۹۷ء میں سیالکوٹ میں انکی پیدائش ہوئی اور سپورٹس کے صانع کا فرزند ہونے کے ناطے کرکٹ ان کے رگ و ریشہ میں رچی بسی تھی۔ انہوں نے اپنی کرکٹ کا آغاز سیالکوٹ میں اپنے ہائی سکول اور سیالکوٹ سٹی کرکٹ کلب میں کھیلنے سے کیا اور پھر وہ ۱۹۱۲ء میں ایم۔ اے۔ او۔ کالج علیگڑھ میں جا داخل و شامل ہوئے۔

وہ اپنی کرکٹ بڑے ذوق و شوق اور بلند ہمتی کے ساتھ کھیلے وہ بڑے شاندار اور نڈر بیٹسمین تھے۔ وہ بڑے جرأتمند اور اپنی ٹیم کی دفاع میں بڑے ہوشیار اور زیرک تھے۔ اپنی زندگی کی سب سے عظیم اننگز وہ ۱۹۲۷ء کے کواڈرینگولر ٹورنامنٹ میں یوروپینز کے خلاف کھیلے۔ انہوں نے ۱۱۱ شاندار رنز بنائے جب وہ ایک مرتبہ جم جاتے تو اپنی چھلانگ لگا کر ہٹ مارنے والی ڈرائیوز کے ساتھ بال (BALL) کو فضاء میں چاروں طرف اُڑاتے حتیٰ کہ بولر کا اچھا خاصا حملہ انتشار کا شکار ہو جاتا خواہ وہ آر۔ جے۔ او۔ میر جیسے قابل بولر کا ہی ہوتا۔ انہوں نے بمبئی جمخانہ پویلین کے اوپر دو شاندار سکر مارے۔

وہ بحیثیت بولر عظیم تر تھے وہ بمبئی کو آڈرینگولر ٹورنامنٹ میں مسلمز کی طرف سے ۱۹۱۷ء، ۱۹۱۸، ۱۹۱۹، ۱۹۲۰، ۱۹۲۱، ۱۹۲۴، ۱۹۲۶ اور ۱۹۲۷ء میں کھیلے۔ ان کے اعداد و شمار ظاہر کرتے ہیں کہ وہ مسلم ٹیموں کے ٹھوس مرکزی بولر تھے۔ وہ نئی بال کے ساتھ میڈیم پیس آؤٹ سوئنگر بولنگ کرتے تھے جبکہ مستعملہ بال کے ساتھ وہ میڈیم سلو پیس لیگ بریکس بشمول آف بریکس کی طویل عرصہ تک بولنگ کرتے رہنے کا دم خم رکھتے تھے۔ ۱۹۱۸ء میں پارسیز کے خلاف انہوں نے ۱۰ رنز پر ۵ وکٹیں حاصل کیں۔ ۱۹۱۹ء میں ہندوز کے خلاف انہوں نے ۱۰۹ رنز پر ۷ وکٹیں حاصل کیں۔ ۱۹۲۰ء میں ہندوز کے خلاف انہوں نے ۱۲۳ رنز پر ۵ وکٹیں حاصل کیں۔ ۱۹۲۶ء میں ہندوز کے خلاف انہوں نے ۲۸ رنز پر ۷ وکٹیں حاصل کیں۔ ۱۹۲۷ء میں یوروپینز کے خلاف انہوں نے ۴۷ رنز پر ۵ وکٹیں اور ۱۱۴ رنز پر ۳ وکٹیں حاصل کیں۔

انگلینڈ میں قیام کے دوران وہ انڈین جمخانہ آسٹرے لنڈن کی طرف سے کھیلا کرتے تھے اور اس جمخانہ کے کرکٹ سیکرٹری بھی تھے جبکہ ۱۹۳۹ء میں اس کے کیپٹن تھے۔

وہ آل انڈیا کرکٹ ٹیم کے خلاف انڈین جمخانہ آسٹرے کی طرف سے ۱۹۳۲ء اور ۱۹۳۶ء میں کھیلے تھے۔

اب وہ لنڈن میں سپورٹس کے سامان کے تاجر ہیں اور خاموش اور قانع زندگی بسر کر رہے ہیں۔ (الفضل: اور اب محترم عبدالسلام صاحب وفات پا چکے ہیں)

یاد رفتگان ـــــ محمد شفیع خالد

مکرمہ صوفیہ خانم صاحبہ

اہلیہ محترم ماسٹر نذیر احمد رحمانی صاحب

محترمہ اماں جی صبح ۹ بجے ۱۴ر جنوری ۱۹۹۰ء ہم سب کو داغِ مفارقت دے گئیں۔ اپنے محترم خاوند کے نقش قدم پر چلتے ہوئے نیکی تقویٰ صبر، شکر اور ایثار کے اعلیٰ نمونہ پر زندگی بسر کی۔ ۱۹۵۹ء میں محترم ماسٹر نذیر احمد رحمانی نے وصال فرمایا آپ کے بعد تیس سال بیوگی کا زمانہ نہائت صبر سے گذارا۔ اپنی لمبی بیماری میں بھی دعاؤں میں لگی رہیں۔

وفات سے ایک دن قبل میں اپنی بیوی کے ہمراہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو حسب معمول مجھے قریب بلا کر ایک دعا بتلائی کہ اُسے پڑھوں خود بھی وہ دعا پڑھ رہے تھے۔ پھر اشارہ سے نماز پڑھ رہے تھے۔ ایک اور دعا اکثر پڑھتے تھے۔ مجھے بھی یہ دعا پڑھنے کی تلقین فرماتیں۔ ہمیشہ اپنی اولاد کیلئے اور دوسروں کیلئے دعاؤں میں مصروف ہوتی تھیں۔

مجھے بتایا کہ آپ کے میاں واقف زندگی تھے پینتالیس روپے ماہوار تنخواہ تھی۔ جسمیں سے پندرہ روپے ماہوار چندہ ادا کرتے اور اور تیس روپے ماہوار گھر کے اخراجات کے لئے ملتے تھے۔ اسی قلیل آمد میں بچوں کی تعلیم کی اور ساری ضروریات پوری کیں۔ اور سب بچوں کو اعلیٰ تعلیم دلائی۔ سارے محض آپکی دعاؤں سے زندگی میں کامیاب اور خوشحال ہوئے۔ اور اپنی والدہ کے جانثار اور فدائی رہے۔

میں نے زندگی میں ایسا نظارہ کبھی نہ دیکھا تھا کہ اپنے بیٹے رشید احمد رحمانی کو پاس بلایا۔ پیار کیا اور اپنی بیٹی راشدہ کے لئے وصیت فرمائی کہ "راشدہ کا خیال رکھنا" اور ہم نے بھائی رشید احمد رحمانی صاحب کا جواب بھی سنا آپ نے والدہ محترمہ کو تسلی دی اور کہا کہ "اماں راشدہ میری بیٹی ہے" راشدہ میری بیٹی ہے۔

جب آپ کے میاں کا وصال ہوا تو سب بچے زیر تعلیم تھے۔ برادرم رشید احمد بھائیوں میں بڑے تھے اور راشدہ بہن سب سے چھوٹی تھیں اس لئے رشید احمد پر پورے خاندان کا بوجھ پڑ گیا۔ آپ میٹرک کا امتحان پاس کر چکے تھے لیکن خاندان کی ذمہ داری کی وجہ سے مزید تعلیم حاصل کرنے کی بجائے روزگار میں لگ گئے اور چھوٹے بہن بھائیوں کو اعلیٰ تعلیم دلائی۔ راشدہ کو بھی جو سب سے چھوٹی ہے۔ اماں جی کو بھی اپنے پاس رکھا اور ماں کی دعائیں ہیں کہ آپ کی بیوی میمونہ بھی آخری دم تک ماں جی کی خدمت

باقی صـ پر

اطلاعات و اعلانات

درخواست دعا

○ مکرم چوہدری علم الدین صاحب آف ہارون آباد گذشتہ دنوں بعارضہ نمونیہ بیمار ہو گئے، کمزوری بہت ہے بینائی بھی متاثر ہے۔

○ مکرم منیر الدین احمد صاحب مربی جہلم کی بیٹی جرمنی کے ایک ہسپتال میں زیر علاج رہی ہیں۔ اب پہلے سے افاقہ ہے۔

○ محترمہ ممتاز فقر اللہ صاحبہ آف مری مختلف عوارض میں مبتلا ہیں۔

○ مکرم غلام محمد حق صاحب سابق معلم چک نمبر 166 ر مراد ضلع بہاولنگر بعارضہ شوگر بیمار ہیں۔

احباب جماعت ان سب کو اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں۔

ولادت

○ مکرم عبد الکبیر صاحب ڈرگ روڈ کراچی کو اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل وکرم سے مورخہ 31، اکتوبر 90ء کو پہلے بیٹے سے نوازا ہے۔ نومولود کا نام حضور انور نے عبد الخبیر عطا فرمایا ہے۔ نومولود مکرم حافظ محمد اکرم صاحب انچارج فضل عمر لائبریری محلہ گول منشی فیصل آباد کا نواسہ ہے۔

○ خدا تعالیٰ نے اپنے فضل سے مکرم مولوی محمد صدیق صاحب ننگلی مربی سیرالیون کو 23، اگست 90ء کو بیٹا عطا فرمایا ہے۔ حضرت امام جماعت احمدیہ (الرابع) ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز نے ازراہ شفقت نومولود کا نام "محمد طلحہ" عطا فرمایا ہے۔ یہ بچہ جو تحریک وقف نو میں شامل ہے۔ مکرم چوہدری محمد یعقوب صاحب ننگلی کھرڑیانوالہ ضلع فیصل آباد کا پوتا اور مکرم محمد امیر شاہ صاحب دار العلوم وسطی کا نواسہ ہے۔

○ مکرم مقصود احمد صاحب باجوہ مربی سلسلہ کو اللہ تعالےٰ نے 8، دسمبر 90ء کو پہلا بیٹا عطا فرمایا ہے۔ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ازراہ شفقت رضوان احمد نام عطا فرمایا ہے۔ نومولود مکرم مقبول احمد صاحب باجوہ کا پوتا اور چوہدری خلیل احمد صاحب ڈھلوں کا نواسہ ہے۔

احباب دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ان بچوں کو صحت والی لمبی عمر عطا کرے۔

بقیہ: صفحہ 4 سے آگے

طبقہ سگریٹ سے تسکین حاصل کرتا ہے گویا کہ یہ ببانگ دہل اعلان کیا جا رہا ہے کہ سگریٹ صحت کے لئے کوئی مضر نہیں

ان اشتہارات سے ناظرین کو دلفریب اور دلکش انداز میں سگریٹ نوشی کی طرف مائل کیا جاتا ہے جس سے کہ کمزور ذہن کے افراد بالخصوص کم عمر نوجوان بے حد متاثر ہوتے ہیں اور شوق شوق میں ہی اس بری عادت میں جکڑے جاتے ہیں۔

اس بارہ میں ایک ضروری عرض یہ ہے کہ سگریٹ اور تمباکو نوشی سے منہ میں بو پیدا ہو جاتی ہے جو کہ نازک مزاج انسان اور فرشتوں کے لئے ناگوار ہونے کی بناء پر انہیں دور رکھنے کا موجب ہوتی ہے۔ پھر یہ مسلمہ امر ہے کہ اگر کسی ایسی چیز کی عادت پڑ جائے، تو اگر کسی وقت یہ فوری میسر نہ ہو اور نشہ ٹوٹا ہوا ہو تو کوئی کام کرنے کو جی ہی نہیں کرتا۔ پس ایسی صورت میں عبادت میں خلل واقع ہونا قدرتی امر ہے یا تو یہ بے دلی سے ہوگی یا سرے سے ہوگی ہی نہیں۔ پس وہ لوگ جو خدا کے عبد بننے کے خواہاں ہیں اور اس کی عبادت میں ہی راحت پاتے ہیں ان کے لئے یہ اور زیادہ ضروری ہے کہ وہ سگریٹ نوشی اور تمباکو نوشی سے کلیتہً اجتناب کریں اور اپنے عزیزوں دوستوں، ساتھیوں اور بچوں کو بھی اس سے بچانے کی ہر ممکن تدابیر اختیار کرتے رہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس سے محفوظ رکھے

بقیہ: صفحہ 5 سے آگے

سامنے آیا۔ اردو ادب پر ایک ایسا وقت بھی آیا جب آزاد نظم پر اسی گروپ کا تصرف تھا۔ اس گروپ نے نفسانی جذبات اور سفلی خواہشات کی تصویر کشی کی۔ ایسے مضامین بیان کرنے کے لئے اس نے عجیب وغریب علامتیں، تشبیہات اور استعارے استعمال کئے۔ اس سے شعر و ادب کا ایک حصہ لفظی پیچیدگیوں کا گورکھ دھندا بن گیا جس میں تعمیری اور مقصدی قدر موجود ہی نہ تھی۔ بہر حال اس سے اردو زبان کو چند نئی تراکیب، نئی تشبیہات اور استعارے ہاتھ آ گئے۔ دور ادب کے اس حصے میں شعر و فن اور تخلیقی شعبوں میں جمود کی کیفیت طاری رہی جس کا سلسلہ دراز ہوتا گیا۔

مختصر یہ کہ زندگی اور ادب کے تعلق کو سامنے رکھ کر ترقی پسند شعراء و ادباء انتہا پسندی کی حدود سے بھی آگے نکل گئے۔ اس دور میں جہاں نئے نئے انداز بیان اختیار کئے گئے وہاں جنسیات کو عریاں فحاشی تک اور نظریات کو شدید اشتراکی پراپیگنڈہ تک پہنچایا گیا۔ ان نگارشات میں جذبات کے نئے سے نئے گوشوں پر سے پردہ اٹھایا جاتا تھا اس لئے سکولوں اور کالجوں کے نوخیز لڑکے اور لڑکیوں میں یہ بہت مقبول ہوئیں اور ہاتھوں ہاتھ بکیں۔ لڑکیاں لڑکے اپنے ماں باپ سے چھپا کر اور ماں باپ اپنے لڑکے لڑکیوں سے چھپا کر انہیں پڑھتے رہے۔

بقیہ: صفحہ 1 سے آگے

اس گدڑی میں اس شہر میں داخل ہوا تھا اور آج تو نے اپنے فضل سے مجھے وزارت کا عہدہ عطا فرمایا ہے اور اتنی عزت دی ہے کہ اس جگہ پر آنے سے مجھے محمود غزنوی کے سوا اور کوئی نہیں روک سکتا۔ میں تیرا شکر ادا کرتا ہوں کہ تو نے مجھے اپنے فضل سے اس مقام پر پہنچایا ہے اور اے خدا تو مجھے اس بات کی بھی توفیق عطا فرما کہ جس بادشاہ نے مجھ پر رحم کیا ہے اس کی دیانتداری سے خدمت کروں۔ محمود نے جب ایاز کی یہ دعا سنی تو اس کے پاؤں سو سو من کے ہو گئے۔ اور اس نے دل میں کہا کہ میں نے کتنے قیمتی جوہر پر بدظنی کی ہے۔ ایاز نماز پڑھ کر اور گدڑی کو پھر اسی جگہ رکھ کر اور اپنا لباس پہن کر چلا گیا۔ بعد ازاں محمود وہاں سے اٹھا اور واپس آیا اور اس نے پہرہ داروں کو کہا۔ خبردار میرے آنے کا ایاز کو علم نہ ہو مگر اس تمام تر خدمت کے باوجود ایاز غلام ہی کہلاتا ہے۔ اس کے مقابلہ میں تم اپنے آپ کو دیکھو کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں کسی بندے کا غلام ہونے سے بچا کر صرف اپنی غلامی بخشی ہے۔ یہ کتنا بڑا احسان ہے۔ اللہ تعالیٰ کا۔ اس کے بعد بھی اگر تم اپنے رب کو کوئی الگ وجود سمجھو تو تم سے زیادہ احمق اور جاہل کوئی نہیں ہوگا۔ ہماری سب عزتیں احمدی ہونے کی وجہ سے ہیں اور کوئی امتیاز ہم میں نہیں بعض کاموں کی مجبوریوں کے لحاظ سے ایک افسر بنا دیا جاتا ہے اور دوسرا ماتحت ورنہ حقیقی امتیاز ہم میں کوئی نہیں حقیقی بڑائی خدمت کرنے سے حاصل ہوتی ہے۔"

(خطاب فرمودہ 11، نومبر 1938ء)

بقیہ: صفحہ 6 سے آگے

میں اور بہن بھائیوں کی خدمت میں انتہائی محبت اور خلوص سے لگی رہی جیسے کہ بہن بھائی نہ تھے اُن کے بیٹے اور بیٹی ہو۔

وصیت کے مطابق بہشتی مقبرہ میں سپرد خاک اور محو خواب ہیں

خالد محمود وڑائچ

مکرمہ حاکم بی بی صاحبہ

محترمہ حاکم بی بی صاحبہ زوجہ چوہدری محمد شریف صاحب گھمن موضع موسے والا ضلع سیالکوٹ 72 سال کی عمر میں پانچ جون بروز منگل شام ساڑھے پانچ بجے برضائے الٰہی وفات پا گئیں۔ بہت صابرہ و شاکرہ عورت تھیں۔ آپ نے بچپن میں یتیمی جوانی میں بیوگی جواں سال بیٹی کی وفات جوان نواسے کی وفات یعنی دنیا کی ہر مشکل کا مقابلہ نہایت صبر و تحمل سے کیا۔ آپ موصیہ تھیں 6 جون کو ان کا جنازہ ربوہ لایا گیا۔ نماز عصر کے بعد مولانا دوست محمد صاحب شاہد نے نماز جنازہ پڑھائی۔ قبر تیار ہونے پر محترم چوہدری ظہور احمد صاحب باجوہ نے دعا کروائی۔ خدا تعالیٰ سے دعا ہے کہ موصوفہ کے درجات بلند کرے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

دُعا کے سوا کوئی حل نہیں

حضرت امام جماعت احمدیہ (الرابع) ایدہ اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں:-

"ہم تو پہلے بھی دعائیں کرنے والے لوگ ہیں۔ لیکن آج کی دنیا میں ان حالات کے پیش نظر میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ دعا کے سوا آج ان دنیا کی امراض اور اُمّت مسلمہ کی امراض کا کوئی چارہ نہیں۔ اور اہل مغرب کے لئے بھی دعا کریں کہ خدا ان کو عقل دے۔"

(الفضل 15۔ ستمبر 1990ء)

توسیع اشاعت الفضل

مندرجہ ذیل احباب و خواتین نے توسیع اشاعت کے لئے رقوم بھجوائی ہیں۔ قارئین دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر عطا فرمائے۔

۱۔	مکرم عثمان احمد صاحب ابن مقصود احمد صاحب طاہر دارالبرکات ربوہ	-/۵۰
۲۔	محترمہ امۃ الشکور ناصر صاحبہ دارالرحمت شرقی ربوہ	-/۵۰
۳۔	" حبیب سلطانہ صاحبہ اہلیہ چوہدری منظور حسین صاحب ایڈووکیٹ لاہور	-/۲۰۰
۴۔	مکرم این اے راشد صاحب برانڈرتھ روڈ لاہور	-/۲۰۰
۵۔	" مرزا انور بیگ صاحب سیکرٹری مال کوئٹہ	-/۱۰۰
۶۔	جماعت احمدیہ چک نمبر ۱۹۲ ، مراد ضلع بہاولپور	-/۵۰
۷۔	مکرم چوہدری غلام احمد صاحب باجوہ ۶۳ ، ڈی۔بی بیرمان منڈی	-/۵۰
۸۔	محترمہ ناصرہ بیگم صاحبہ اہلیہ چوہدری بشیر احمد صاحب عقب ہسپتال ربوہ	-/۵۰

آپ کا خط ملا

محترمہ ڈاکٹر طاہرہ امۃ المصور سمیع صاحبہ لاہور سے لکھتی ہیں

"آپ نے سلسلہ عالیہ احمدیہ کی بہت خدمت کی ہے اور ابھی بھی محض خدا کے فضل سے کر رہے ہیں۔ اور الفضل اخبار بھی محض خدا کے فضل و کرم سے بہت ترقی کر رہا ہے۔ اس کے مضامین بہت ہی دلچسپ ہوتے ہیں۔

الفضل میں مورخہ ۹ دسمبر سنہ ۹۰ کو آپ کا مضمون پڑھا۔ "دل کا مرض ۔ نیا علاج"۔ آپ کے مضمون پر تبصرہ کرنا گویا سورج کو چراغ دکھانے کے مترادف ہے۔ مگر مختصراً میں کچھ عرض کرنا چاہتی ہوں۔ صرف قارئین کی دلچسپی کے لئے تازہ پھلوں اور سبزیوں کا بڑھانا بہت اچھا ہے۔ کیونکہ ان دونوں چیزوں سے انسانی کینسر جیسی موذی مرض سے بھی بچ جاتا ہے۔ ان چیزوں میں ہر طرح VITAMINS ہوتے ہیں مگر ان دونوں چیزوں کے کھانے کے علاوہ مچھلی بھی بہت ضروری ہے (۲)، چھوٹا نک مچھلی ایک ہفتے کے لئے بہت اچھی ثابت ہوتی ہے۔ اگر ہم اپنی خوراک میں لہسن کو باقاعدگی سے کھائیں مثلاً اس کی گولیاں بنا کر یا چٹنی میں ڈال کر اور مچھلی کا تیل باقاعدگی سے ایک چمچہ پئیں تو آنکھوں کا سفید موتیا CATARACT سے آنکھوں کو آسانی سے بچایا جا سکتا ہے۔ اگر ہم مچھلی لہسن اور پھلوں کا استعمال وافر مقدار میں کریں تو ہماری عمر میں اضافہ ہو سکتا ہے اور ان خطرناک امراض سے بچت ہو سکتی ہے گو یہ احتیاطیں اسی صورت میں مددگار ثابت ہو سکتی ہیں جبکہ یہ سب چیزیں تازہ ہوں۔ جن لوگوں کی FAMILY HISTORY میں دل کی بیماریاں اور کینسر جیسے موذی مرض ہوں وہاں ان احتیاطوں سے کم ہی فرق پڑتا ہے آپ نے دیکھا کہ ان سب خطرناک بیماریوں سے بچنا کتنا آسان ہے۔

امید ہے کہ آپ میرے اس خط کو نزدیکی اشاعت میں جگہ دے کر ممنون فرمائیں گے۔

قدیمی ۔۔۔ اوّلین ۔۔۔ شہرہ آفاق

سنہ ۱۹۱۱ء سے ایک ہی نام

دواخانہ حکیم نظام جان

فون ۳۹۹۷، چوک گھنٹہ گھر گوجرانوالہ

برانچیں

کراچی:۔ فون نمبر ۳۲۵۱۴۱

لاہور:۔ ۱-د-۳ گلشن راوی

ملتان:۔ چوک جان محمد معصوم شاہ روڈ

منڈی بہاؤالدین:۔ بالمقابل شاہ تاج شوگر مل

رحیم یار خان:۔ فون نمبر ۲۷۹۹

ربوہ:۔ اقصیٰ چوک کالج روڈ۔ فون نمبر ۵۵۸

ماڈرن ایجوکیشن سکول

ربوہ میں بچوں اور بچیوں کی تعلیم و تربیت کے لئے

۱۹۷۸ء سے مصروف خدمت

٭۔ شہرت یافتہ ٭۔ منفرد

٭۔ معیاری ٭۔ مثالی

جدید طرز تعلیم کی اوّلین درسگاہ

داخلہ یکم جنوری ۱۹۹۱ء سے شروع ہوگا

پرنسپل: ماڈرن ایجوکیشن سکول عقب فضل عمر ہسپتال ربوہ

خبریں

ملکی خبریں

○ وفاقی وزیر خزانہ جناب سرتاج عزیز نے اسلام آباد میں ایک سیمینار سے خطاب کرتے ہوئے بتایا کہ ہمارا ملک ۱۹۶۳ء میں ایک ارب ڈالر کا مقروض تھا اور اب ہم ۱۶ ارب ڈالر کے مقروض ہیں غیر ملکی امداد کا ۱/۴ قرضوں کی ادائیگی میں چلا جاتا ہے۔ ریلوے کی کارکردگی کا ذکر کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ ۱۳۰ انجن اسی لئے بند پڑے ہیں کیونکہ ان کے پرزے کباڑیوں کو بیچ دئے گئے ہیں سو کارخانے بند ہیں لیکن ان کا عملہ برابر تنخواہیں وصول کر رہا ہے۔ ایم۔ اے کی ڈگری دس پندرہ ہزار روپے میں مل رہی ہے۔

○ پاکستان اور بھارت کے خارجہ سیکرٹریوں کے درمیان مذاکرات کا پہلا دور ۱۸ دسمبر کو اور دوسرا ۱۹ دسمبر کو ہوگا ان مذاکرات میں دونوں ملکوں کے فوجی ماہرین بھی شریک ہوں گے۔

○ بنکوں اور فنانس اداروں کے افسران نے کہا ہے کہ اگر ان کے مطالبات تسلیم نہ کئے گئے تو وہ ۲۴ دسمبر کو ایک روزہ کی ہڑتال کریں گے۔

○ جماعت اسلامی نے آئی جے آئی کی حکومت کے ساتھ مزید تعاون کے لئے ۱۲ نکات پر مشتمل ایک پروگرام کا اعلان کیا ہے۔ اور کہا ہے کہ مستقبل کے تعلقات کا دارومدار اس پروگرام پر عمل درآمد کے ساتھ مشروط ہوگا جماعت اسلامی نے حکومت سے یہ مطالبہ بھی کیا ہے کہ بھارت سے تمام تعلقات ختم کرکے اپنے سفیر کو واپس بلا لیا جائے۔

○ قومی اسمبلی کا پہلا ورکنگ اجلاس ۱۷ دسمبر کو سپیکر گوہر ایوب کی صدارت میں شروع ہوا تین منتخب ارکان جن میں بیگم نصرت بھٹو بھی شامل ہیں نے حلف اٹھایا۔

غیر ملکی خبریں

○ بھارت کے تین صوبوں آندھرا پردیش اترپردیش اور گجرات میں ہندو مسلم فسادات میں مزید ۱۲۔ افراد ہلاک ہو گئے ہیں۔ آگرہ میں فوج فسادات روکنے میں ناکام ہو گئی ہے اور "تاج محل" بند کر دیا گیا ہے۔

○ پاکستان اور ہندوستان کے درمیان مذاکرات پر احتجاج کے طور پر سرینگر میں آزادی کی جنگ لڑنے والے مجاہدین کی تنظیم کے مطالبہ پر وادی کشمیر میں اڑتالیس گھنٹے کی ہڑتال کی گئی۔

○ امریکہ کے صدر نے کہا کہ ہمارے وزیر خارجہ جیمز بیکر کرسمس کے روز بھی بغداد جانے کو تیار ہیں۔ لیکن یہ مذاکرات جلد ہونے چاہئیں۔ مسٹر جیمز بیکر جو نیٹو کے وزرائے خارجہ کے اجلاس میں شرکت کے لئے برسلز میں ہیں نے کہا ہے کہ مجھے اب بھی امید ہے کہ عراق سے امن کی بات چیت کی کوئی نہ کوئی صورت نکل آئے گی۔

○ برطانوی حکومت گذشتہ ۲۲ ماہ کے دوران سلمان رشدی کی زندگی بچانے کے لئے ان کے حفاظتی اقدامات پر ۲۰ لاکھ پونڈ خرچ کر چکی ہے۔

○ اقوام متحدہ نے تمام اقوام سے اپیل کی ہے کہ ایتھوپیا کو شدید قحط کے اثرات سے بچانے کے لئے ہنگامی بنیادوں پر خوراک کی امداد جمع کی جائے

○ روس کی پارلیمنٹ میں صدر گورباچوف کے خلاف عدم اعتماد کی ایک قرارداد پیش کی گئی جسے ایوان نے بھاری اکثریت سے مسترد کر دیا۔ صدر گورباچوف نے اعلان کیا ہے کہ ایک ملک گیر ریفرنڈم کرایا جائے تاکہ خود مختاری کی خواہش مند ریاستوں کے بارہ میں عوام کی رائے معلوم کی جا سکے۔